تقویٰ کے ذریعہ اصلاحِ احوال

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ تمام انسانی گناہوں کی اصل جڑ خواہش نفس کی پیروی اور وسوسہ شیطانی کی اطاعت ہے۔ قرآن پاک نے اسی جڑ کو پکڑا ہے اور اس سے بچ جانے کی بہت بہت ترغیب دی ہے۔ پھر اس کے مقابل تقویٰ کے اختیار کرنے پر سارا زور صرف کر دیا ہے اور عبادات، معاملات، حقوق زوجین اور صلح و جنگ کے تمام واقعات پر اس کی اہمیت واضح کی ہے کیونکہ تقویٰ انسانی خصلتوں کا وہ پاک اور بلند مقام ہے کہ جب کوئی نفس اس کو پا لیتا ہے تو بدی کی نجاست اور گناہ کی ظلمت سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ قرآن علمی ہدایات سے لبریز ہے مگر اس کی دعوت عمل کی دعوت ہے یہ نہیں کہ وہ چند فلسفیانہ حقائق پیش کر دے اور پھر رک جائے۔ قرآن عزیز اپنے ماننے والوں کے سامنے حق و باطل اور خیر و شر کی تمام راہوں کو ایک ایک کر کے پیش کرتا ہے اور پھر حکم دیتا ہے دیکھو، یہ بدی ہے اس سے الگ ہو، اپنے ہر عمل کا جائزہ اور حساب لو اور حق کو باطل پر اور خیر کو شر پر غالب کر دو ـــــ قرآن کہتا ہے کہ اس تمام اصلاح و درستی کا دارومدار دو ایسی باتوں پر ہے جن کے سمجھنے کے لئے ارسطو یا ابن سینا کا فلسفہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ وہ دو باتیں یہ ہیں۔ انسان ناجائز خواہشات کو چھوڑنے کے لئے نفس سے جنگ کرے اور اپنے آپ کو تقویٰ کے زیور سے آراستہ کرے۔ قرآن پاک کی تیس آیتوں میں پہلی بات کا اور دو سو آیتوں میں دوسری بات کا ذکر ہے۔

ــــــــ السید رشید رضا مصری رحمہ اللہ تعالےٰ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرویات معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ——— (۲۴) ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم يَمُصُّ لِسَانَهٗ اَوْ قَالَ شَفَتَهٗ يعنی الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رضوان اللہ تعالیٰ علیہما وَاِنَّهٗ لَنْ يُّعَذَّبَ لِسَانٌ اَوْ شَفَتَانِ مَصَّهُمَا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم۔

(مسند احمد ص ۹۳ ج ۴)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں جن کے اسماء گرامی ہیں سیدہ زینب، سیّدہ رقیہ، سیّدہ ام کلثوم، اور سیّدہ فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہن و رضوانہ، ان کے نکاح علی الترتیب حضرت ابوالعاص، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہوئے (سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم دونوں حضرت عثمان کے نکاح میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ آپؓ کو ذوالنورین کہنے کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہے) آپؐ کے کل چار نواسے تھے جن کے نام ہیں حضرت علی بن حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنہوں نے یرموک کی جنگ میں عظیم الشان قربانی و ایثار کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن حضرت عثمان اور حضرت حسن، حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت علی بن ابی العاص ہی وہ نواسے ہیں جو فتح مکہ کے تاریخی سفر میں آپؐ کے ردیف اور ہمرکاب تھے۔ اپنی نورِ نظر بچیوں کی عزیز اولاد سے سرور کائنات علیہ السلام کو بے پناہ محبت تھی۔ آپؐ ویسے ہی بچوں سے بے حد محبت فرماتے چہ جائیکہ اپنی بچیوں کی اولاد۔ اس روایت میں ایک نواسے یعنی حضرتؓ حسن سے آپ کے پیار کا ذکر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ حضور علیہ السلام حضرت حسن کی زبان یا فرمایا) ان کے ہونٹ محبّت سے چوس رہے تھے —— آگے حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ جس زبان یا ہونٹوں کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت سے چوما اور پیار کیا اسے کبھی عذاب نہیں ہوگا —— دوسرے نواسوں کی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں صاحبزادوں جناب حسن جناب حسین سے بھی آپ کو بے پناہ پیار تھا لیکن جناب حسن کی پیشانی میں جو کچھ نبوّت کی نگاہ نے دیکھا اس کے پیشِ نظر ارشاد فرمایا۔ کہ میرا یہ لاڈلا تو بڑا ہی عظیم اور سردار ہے اور اس کے ذریعہ امّت کی اجتماعیت نظر آرہی ہے۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت و امارت پر اتفاق کر کے ملّت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دے کر جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا اس کے پیشِ نظر وہ سال ہی عام الجماعہ کے عنوان سے معروف ہو گیا کہ اب سے کچھ عرصہ قبل ملّت میں جو افسوسناک خلفشار تھا وہ مٹ گیا اور ختم ہو گیا۔ حضرت معاویہؓ حضور علیہ السلام کے عزیز صحابی اور برادر نسبتی تھے ان کی صلاحیتوں کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام نے ان کی امارت و قیادت اور خلافت کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ حضرت السّید حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عمل و کردار سے

(باقی ۱۸ پر)

جلد ۲۶ ؛ شمارہ ۳۶
۲۸ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ؛ ۶ مارچ ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

—— رئیس الادارۃ ——
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
—— مدیر منتظم ——
مولوی محمد اجمل قادری
—— مدیر ——
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

دینی مدارس کا مسئلہ

اسلام میں تعلیم کو جو اہمیت حاصل ہے وہ بالکل واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالقِ کائنات نے پیغمبر اسلام علیہ السلام کے فرائض نبوّت میں تعلیم کو اوّلین حیثیت دی۔ حضور علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ اس الٰہی حکم کی تعمیل میں گذرا اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء، جانشینوں اور مسلم حکمرانوں نے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ مبذول رکھی۔ ایک طویل عرصہ کے بعد وہ وقت آیا کہ یورپ مسلمانوں کی شامت اعمال کے سبب ان پر مسلّط ہو گیا اور پھر اس نے تعلیم سمیت ان کا سب کچھ بدل ڈالا۔ تعلیم کے بدلنے میں اس نے جس چابکدستی کا مظاہرہ کیا اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ دلوں کی تبدیلی کے لئے اس سے زیادہ مؤثر کوئی ذریعہ نہیں —— تاہم اس دورِ ابتلاء میں اللہ تعالےٰ کے ایسے مخلص اور صالح بندے تھے جنہوں نے ہمت سے کام لے کر پرائیویٹ سیکٹر میں دینی مدارس کے قیام کی داغ بیل ڈالی —— اس کارِ خیر کا سہرا ان لوگوں کے سر ہے جنہیں برصغیر میں مجددی اور ولی اللّٰہی تحریک کا وارث ہونے کا شرف حاصل تھا جو حضرت امیرالمومنین سیّد احمد شہید اور مجاہد اعظم مولانا محمد اسمٰعیل شہید قدس سرہما کے جذبات حریت و جہاد کے نہ صرف وارث تھے بلکہ انہوں نے خود بھی عملی میدان میں مجاہدانہ سرگرمیوں کا بھرپور مظاہرہ کیا تھا۔ عرف عام میں انہیں علماء دیوبند کہا جاتا ہے —— مولانا محمد قاسم نانوتوی اس تحریک کے محرک و بانی تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے دیوبند میں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور پھر یہ سلسلہ سارے ملک میں پھیل گیا حتیٰ کہ یہ سلسلہ برصغیر سے باہر تک پہنچا وہ دن اور آج کا دن یہ سلسلہ جوں کا توں ہے۔

۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہو کر دو حصوں میں بٹ گیا پاکستان میں ایسی قیادت برسرِ اقتدار آئی جو بوجوہ علماء سے الرجک تھی اور

ہتے۔ اس قیادت نے مختلف طریقوں سے علماء کو عملی میدان سے بھگانا چاہا لیکن ایسا نہ ہو سکا بلکہ علماء کا اثر و رسوخ کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ——— اب کچھ عرصہ سے ان قلعوں کو مسمار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جن کی چار دیواریوں میں بیٹھ کر علماء نے مستقبل کے لئے جد و جہد کی اور طلباء کو تیار کیا۔ اس قسم کی ایک بھونڈی کوشش پچھلے دور میں ہوئی لیکن وہ دور ابتلا ٹل گیا اور ایک کوشش آج کل ہو رہی ہے جسے اس بھونڈی کوشش کے مقابلہ میں "سنجیدہ کوشش" کا عنوان دینا غلط نہیں ہوگا — لیکن یہ ایسی سنجیدگی ہے جس کی پشت پر منفی جذبات کار فرما ہیں۔ ایسا وہی لوگ سوچ اور کر رہے ہیں جو علماء کو ایک نظر نہیں دیکھ سکتے ——— ان حضرات نے ایک عدد کمیٹی کا اہتمام کیا اس نے محبت کی زبان اختیار کی لیکن اس کا نتیجہ از حد تشویشناک ہے۔ علماء اور مدارس کے مہتمم حضرات پریشانی کا شکار ہیں اور حکومت سے مسلسل مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ اس اقدام سے گریز کرے۔

یہ سطور جب تک ہمارے قارئین تک پہنچیں گی اس وقت تک کسی اقدام کا خطرہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس اقدام کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ مدارس ایک طرح کے سرکاری کنٹرول میں آجائیں گے اور ہمارے یہاں جو چیز سرکاری کنٹرول میں آجاتی ہے اس کا انجام معلوم؟

کمیٹی کے ارکان کو عربی مدارس کے طلبہ کا بڑا غم ہے کہ وہ عصری علوم سے محروم رہتے ہیں اس غم کے مداوا کی خاطر کمیٹی نے بہت کچھ سفارشات کی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مدارس عربیہ کے طلبہ کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے ان کے بالمقابل عصری علوم کی درسگاہوں میں ہزاروں نہیں لاکھوں پاکستانی بچے زیر تعلیم ہیں اور ان کی "تعلیم" جو رنگ لا رہی ہے اس سے ہر باشعور آدمی واقف ہے۔ لیکن ان کی کسی کو فکر تک نہیں کہ آخر یہ ایک نظریاتی مملکت کے طالب علم ہیں ان کے ایمان و یقین کی حفاظت ضروری ہے لیکن جو اصل ہے اسے نقل کے مطابق ڈھالنے پر تو زور دیا جاتا ہے اور نقل کو اصل کے مطابق کرنے کی کسی کو فکر نہیں ——— اس اقدام سے اور بھی خرابیاں متوقع ہیں۔

ہم ابھی مختصر گذارشات کے ساتھ حکومت سے عرض کریں گے کہ وہ ان سفارشات کو نظر انداز کر دے اور ان غریب مدارس کا نظام جیسے کیسے چل رہا ہے چلنے دے ——— رہ گیا مدارس کے نظم اور نصاب میں تبدیلی و ترمیم کا مسئلہ، اس سلسلہ میں ہم اپنی گذارشات آئندہ ہفتہ پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

چودھری ظفر اللہ خاں

چودھری ظفر اللہ خاں پہلی پاکستانی حکومت کے وزیر خارجہ تھے۔ فکری طور پر وہ مرزا غلام احمد کے پختہ کار عقیدت مند ہیں۔ سوادِ اعظم سے ان کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ وزیر خارجہ کی حیثیت سے ان کا جارحانہ عمل ہی ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کا باعث بنا۔ یہی تحریک ۷۴ء میں آ کر منطقی نتیجہ پر پہنچی ——— کچھ عرصہ سے خاص کر ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز ملنے کے بعد اس طبقہ کی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں۔ حکومت کے کلیدی مناصب پر اس طبقہ کے افراد براجمان ہیں۔ بلکہ انہیں نئے موقعے مل رہے ہیں جیسا کہ حال ہی میں پی، آئی، اے میں ہوا۔ چودھری صاحب کے دورے بھی ہو رہے ہیں ابھی انہوں نے شیخوپورہ کا دورہ کیا "مہدی کے مشن" کے جاری رہنے کی بات کی — یہ سب باتیں حکومت، اہل علم اور دینی طبقات کی سنجیدہ سوچ کی مستحق ہیں۔ ورنہ نقصانات سے بچنا محال۔

علوی

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : سلیم اختر

اللہ کی یاد کی برکت

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ و کفی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم ط واللہ غفور رحیم ۔ (آل عمران ۔ ع ۳)

ترجمہ: "تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

"یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضورؐ کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالےٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائینگے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہونگی۔"

(شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ)

کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں لیکن اگر کتاب و سنت کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں تو ہم اپنے خدو خال بگڑے ہوئے پائیں گے۔ سیرتِ صحابہ کرامؓ ہم سے کروڑوں درجہ بہتر ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے، کہ سچے مسلمان اور اللہ کے نام لیوا بہت کم ہیں۔ آج ہم میں حلال و حرام کی تمیز نہیں۔ اسی لئے ہماری عبادات میں اثر نہیں اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ حضرتؒ بہت حساس تھے ساری ساری رات اللہ کی عبادت و ذکر میں گزار دیتے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو اللہ کی راہ میں وقف کیا ہوا تھا۔ قرآن و حدیث کی درس و تدریس میں سارا دن مصروف رہتے۔ اللہ تعالےٰ نے اسلام کی خدمت کا شرف بخشا ہوا تھا حضرتؒ جیسا انسان بننا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں زلزلہ آیا۔ بڑی تباہی ہوئی۔ حضرتؒ نے اللہ تعالےٰ سے پوچھا کہ بیحیائی عیاشی اور ننگے ڈانس لاہور میں کوئٹہ سے زیادہ ہوتے ہیں لاہور کیسے بچ گیا۔ حضرتؒ کو اطلاع دی گئی کہ لاہور میں گمراہی اور بے حیائی کے ساتھ ساتھ ہدایت کا کام بھی ہو رہا ہے۔ اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندے بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے کچھ نہ کچھ توازن ہے، اسی وجہ

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

دینی تقاضے پورے کئے بغیر بات نہ بنے گی

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّظلہم ○

امّا بعد :-

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

صدق اللہ العظیم (الحجرات ۱-۲)

محترم حضرات! سورۂ حجرات کی ابتدائی دو آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں۔ فتح مکہ ۸ھ میں ہوا۔ اس کے بعد عام لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونا شروع ہوئے اور ۹ھ میں تو اطراف سے بکثرت وفود آ آ کر مسلمان ہوئے۔ اس سال کو اہل سِیَر نے "عام الوفود" کا نام دیا ہے۔ یہ سورۃ اسی زمانہ میں نازل ہوئی جس میں اللہ تعالےٰ نے "مسلمانوں کو آپس میں تعلقات کا دستور العمل" (حضرت لاہوریؒ) سکھایا ـــــ اس میں صرف دو رکوع ہیں پہلے رکوع کا خلاصہ ہے :-

"امیر کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں؟ مرکز سے دُور افتادہ بھائیوں کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں؟ مرکز میں رہنے والوں کے ساتھ تعلقات کس طرح ہوں اور بگڑ جائیں تو ان کی اصلاح کیسے ہو؟

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

یہ تین باتیں اس رکوع میں بیان کی گئی ہیں۔ رکوع کی کل دس آیتیں ہیں جن میں سے آیت ۱ تا ۵ میں پہلی بات ۶ تا ۸ میں دوسری بات اور ۹-۱۰ میں تیسری بات ذکر کی گئی ہے ـــــ مَیں نے جو آیات نقل کیں وہ محض ابتدائی دو آیتیں ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے :-

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے پہل نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ بلند آواز سے رسولؐ سے بات کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

رسول پاکؐ کے آداب

ان آیات میں جناب سرورِ کائنات علیہ السلام کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں :-

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا جو ادب سکھایا گیا ہے اس سے استنباطاً آداب امیر نکالے جائیں گے۔ (واللہ اعلم) (کیونکہ سرور کائنات علیہ السلام کی ذات بھی امیر و امام، مطاع و مقتدا کی تھی) پہلا ادب (یہ ہے کہ) آپ کی مجلس میں ادب سے خاموش بیٹھو، بات کرنے میں پیش قدمی نہ کرو۔ دوسرا ادب (یہ ہے کہ) بلاتے وقت اس طرح نہ بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلفی سے بلاتے ہو۔" (حواشی ص ۸۲۳)

اگلی تین آیات جو اس مضمون سے متعلق ہیں ان میں ارشاد ہے کہ آپ کے سامنے پستی سے بولنے والے متقی ہیں اور یہ کہ جب آپؐ گھر تشریف لے جائیں تو باہر سے مت آوازیں دو جب تک خود تشریف نہ لائیں ـــــ یعنی گھر میں موجودگی کے وقت بھی آوازیں دینا جائز نہیں چہ جائیکہ سینکڑوں ہزاروں میل سے بغیر مقصد و تحقہ درود آوازیں دی جائیں اور چیخا چلایا جائے۔

حضرت مولانا احمد سعید قدس سرہٗ فرماتے ہیں :- کہ مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے آیت کے ضمن میں فرمایا۔

لا تقولوا خلاف الکتاب والسنۃ یعنی قرآن و سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہو ـــــ حضور علیہ السلام کی مجلس میں آہستگی سے کلام کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے قلوب تقویٰ کے لئے آزما اور نکھار لئے ہیں ان کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے ـــــ اندازہ فرمائیں کتنی فضیلت ہے ان لوگوں کی کہ اللہ نے ان کے قلوب کو تقویٰ کی تخت گاہ بنا دیا ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ ارشاد رسالت ہے لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا باس بہ حذرا لما بہ باس۔ یعنی آدمی تقوے کے اعلیٰ درجہ پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ان چیزوں کو اندیشہ سے جن میں خطرہ ہے ان چیزوں کو چھوڑ دے جن میں کوئی خطرہ نہ ہو۔" بنو تمیم کے بعض لوگ حاضر ہوئے تو آپؐ مکان میں تھے انہوں نے باہر سے آوازیں دینی شروع کر دیں۔ کلام کا آخری حصہ ان سے متعلق ہے کہ ایسا درست نہیں انتظار کرو کہ آپؐ تشریف لائیں، اور پھر ملو ـــــ یہ ادب کے منافی ہے۔ سکھانا اس میں یہ بھی مقصود ہے کہ حضور علیہ السلام تو انسانیت کی رہنمائی کے لئے تشریف لائے ہیں اور اس مقصد کے لئے رابطہ عوام بہت ضروری ہے آپ کسی ناگزیر ضرورت کے لئے گھر تشریف لے جاتے زیادہ دیر وہاں نہ ٹھہرتے اکثر حصہ باہر عوام میں گذارتے اور ان کی اصلاح فرماتے۔ جو لوگ عظیم مقاصد کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کی یہی شان ہے کہ وہ کم سے کم وقت گھر میں گذارتے اتنا جتنا بہت ضروری ہے باقی وقت وہ باہر عوام میں گذارتے اور ان کی اصلاح کا کام کرتے ہیں۔

اعمال کی بربادی

دوسری آیت میں حضور علیہ السلام سے بے تکلفانہ گفتگو کو "حبط اعمال یعنی اعمال کی بربادی کا ذریعہ بتایا گیا ہے اس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ کوئی معصیت براہ راست حبط عمل کا سبب نہ بنتی ہو لیکن معصیت سے آئندہ نیکی کی توفیق سلب ہو سکتی ہے۔ اور معاصی موجب الی الخذلان (رسوائی کا موجب) ہو سکتے ہیں۔ اور خذلان (رسوائی) منجر الی الکفر ہو سکتا ہے (کفر تک پہنچانے کا ذریعہ) کفر اختیاری سے تو بالاتفاق عمل اکارت اور برباد ہوتے ہیں۔ تو بلند آواز سے صحبت نبوی میں گفتگو سے دل ادب سے خالی ہو گا اور یہ قصہ دراز ہوتے ہوتے اس بربادی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ (اللہ تعالےٰ بچائے)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ آیات محولہ بالا کے متعلق ذکر فرمانے کے بعد بطور تنبیہ ایک خوب بات نقل فرماتے ہیں :-

"اس سورت میں مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے آداب و حقوق اور اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کے طریقے سکھلائے ہیں۔ اور یہ کہ مسلمانوں کا جماعتی نظام کن اصولوں پر کاربند ہونے سے مضبوط و مستحکم رہ سکتا ہے اور اگر

کبھی اس میں خرابی اور اختلال پیدا ہو تو اس کا علاج کیا ہے؟ تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خودرائی اور غرض پرستی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی بلند معیار کے تابع کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ارشادات سے بلند کوئی معیار نہیں ہو سکتا۔ ایسا کرنے میں خواہ وقتی اور عارضی طور پر کتنی ہی تکلیف اٹھانا پڑے، لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔"

(حواشی عثمانی صہ ۶۶۸)

حضرت مولانا ایک اور بات خوب ارشاد فرماتے ہیں:-

"حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضور کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہ ہی ادب چاہیئے۔ اور قبر شریف کے پاس حاضر ہو وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ نیز آپ کے خلفار، علماء ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہیئے تا جماعتی نظام قائم رہے فرق مراتب نہ کرنے سے بہت مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔"

(صہ ۶۶۹)

مولانا نے بڑی قیمتی اور پتے کی باتیں کہی ہیں اور ضرورت ہے کہ ان کو پلّے باندھا جائے اور اپنے نظام کی اصلاح ان قرآنی ارشادات کی روشنی میں کی جائے ــــــ جب کسی طبقہ میں اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب، کتاب کے پڑھنے پڑھانے والوں اور علمار و مبلغین وغیرہ کے درجہ بدرجہ حقوق و احترام کا قصہ تلپٹ ہو جائے یا ان میں خلط ملط ہو جائے تو دین کی عمارت ڈھے جاتی ہے۔ آج ہمارے یہاں بہت سی خرابیاں فرق مراتب نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔ مولانا حالی مرحوم نے "نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں، اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں" وغیرہ میں جن المناک حالات کا نقشہ کھینچا ہے وہ آج ملت کے بڑے حصہ میں نظر آ رہا ہے اور یہ بات کسی طرح مناسب اور صحیح نہیں اس سے اعمال کی بربادی اور خسران و ذلت تو نصیب ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں؟ ــــ اس لئے الدین کلہ ادب کا اصول سامنے رکھ کر ہر کسی کے معاملہ میں ان حدود کو قائم رکھنا ازبس ضروری ہے۔ جن کی قرآن و سنت نے تعلیم دی۔

بقیہ: مجلس ذکر

سے لاہور اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس بڑے لاہور میں اللہ نے آپ کو نماز اور ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔ ذاکر اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی بخش دیتا ہے۔ حافظ قرآن پر دوزخ کی آگ حرام ہے، اس کی شفاعت سے قیامت کے دن اس کے خاندان کی بھی بخشش ہو جائے گی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنا ذکر کثرت سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے بیماروں کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ جتنے دعا میں شریک ہیں سب کی پریشانیاں دور فرمائے جو دلی مرادیں اور خواہشات ہیں اللہ ان کو قبول فرمائے۔ بے اولادوں کو صالح اور نیک اولاد عطا فرمائے۔ جن کے اولاد ہے انہیں نیک بنائے نماز کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے ہم سب کو سچا مسلمان بنائے۔ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز روزے کے احکام اور اسلام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، سب کو عمر طویل اور عمل صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جہادِ فی سبیل اللہ

یرموک کے محاذ پر اسلامی افواج کے سالارِ اعظم کی تقریر

تاریخ کے ایک خاص مرحلہ پر صحابہ کرام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ ہمارے لیے کس قسم کی جنگ خوش آئند ہے اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے تین بار ایک ہی نعرہ بلند فرمایا تھا "جہاد فی سبیل اللہ! جہاد فی سبیل اللہ!" یعنی وہ جنگ جو خدا کی راہ میں اور خدائے واحد کے لیے لڑی جائے۔

یہ اسی فرمان کا اثر تھا کہ مسلمانوں نے جب دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے دلوں میں خدا کی حکومت کے علاوہ اور کسی قسم کی حکومت کا کوئی نظریہ کوئی تصور اور کوئی مسلک نہ تھا۔

یرموک کا محاذ اسلامی تاریخ میں غیر معمولی طور پر اہم سمجھا گیا ہے اس محاذ کی اعلیٰ کمان حضرت خالدؓ بن ولید کے طاقت ور ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے سپہ سالارِ اعظم کی حیثیت سے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں یہی تصور کار فرما تھا۔

ہم اس تاریخی تقریر کو یہاں درج کرتے ہیں تاکہ اس سے مسلمانوں کے طریقۂ جنگ اور مقصد جنگ کا اندازہ کیا جاسکے۔

خالدِ اعظم کی عسکری تقریر

"آج کا دن تاریخ کا یادگار دن ہے آج شرافت کے غرور اور اونچی ذات کے تصور سے بلند ہو کر صرف اللہ کے لیے میدان جہاد میں آنے کی ضرورت ہے دشمن تربیت یافتہ ہے۔ منظم ہے۔ حملہ کے لیے آمادہ ہے آج کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم منتشر صورت میں جنگ کریں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہماری فوجیں اپنے اپنے کمانڈر کے ماتحت علیحدہ علیحدہ جنگ نہ کریں بلکہ سب ایک کمانڈر انچیف کے ماتحت ہو کر میدانِ جہاد میں جوہر دکھائیں، اس سے کسی کی شان میں فرق نہیں آئے گا نہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کسی کا درجہ کم ہوگا۔"

"روم کا لشکر ہمارے خلاف حملہ کرنے کے لیے تیار ہے اگر ہم نے اُن کو پیچھے دھکیل دیا تو پھر برابر ان کو دبائے چلے جائیں گے اور اگر خدانخواستہ انہوں نے ہمیں شکست دے دی تو پھر ہمارا کہیں ٹھکانہ نہیں رہے گا۔ آج میں تمام فوج کی کمان آپ سب کی مائے سے اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں، آپ روزانہ دوسرا امیر الافواج بھی مقرر کر سکتے ہیں۔"

کمانڈروں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تجویز منظور کر لی، چار فوجیں جو چار کمانڈروں کے ماتحت تھیں ایک فوج کی صورت میں منظم ہو گئیں۔ کل فوج اڑتیس ۳۸ ڈویژنوں پر تقسیم کی گئی۔ اٹھارہ دستے مرکزی محاذ پر مقرر کئے گئے اور حضرت ابوعبیدہؓ ان کے کمانڈر مقرر ہوئے۔ دس دستے دائیں بازو پر اور دس بائیں بازو پر، حضرت ابوسفیانؓ نے ہر ڈویژن کے سامنے تقریر کی۔ اللہ اللہ! تم جوانانِ عرب اور حامیانِ اسلام ہو۔ اور وہ روم کے سپاہی اور کفر کے مددگار ہیں۔ یا اللہ آج کا دن یادگار دن ہے تو اپنی مدد اپنے بندوں پر نازل فرما۔" جنگ شروع ہوئی اور آخر کار مسلمان فوج اپنے سے پانچ گنا زیادہ لشکر پر فتح حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی اور تاریخ کے ہاتھ میں ایک واقعہ آگیا۔

التماس

خط وکتابت اور برائے اشاعت مضمون کاغذ کے ایک طرف اور صاف ستھرا لکھا کریں۔

نغمۂ صلِّ علیٰ

حبیب اسلامپوری

راہِ الفت کے شہیدوں کو یہاں زندہ پایا | عشقِ احمدؐ میں وفاکیشوں کو فرخندہ پایا
نسبتِ عشقِ پیمبرؐ سے ملی توقیر ہمیں | خاک کے ذرّوں کو خورشید سا تابندہ پایا
اُنؐ کے فرمان میں مضمر ہے زیارت کی نوید | جس نے سنّت کو کیا زندہ مجھے زندہ پایا
اُن کی سیرت پہ شہادت ہے یہ قرآنِ جلیل | چلتا پھرتا ہُوا قرآن درخشندہ پایا
کِتنی صدیوں سے سِسکتے ہوئے انسانوں نے | مانگتے مانگتے اک نجات دہندہ پایا
ہمزباں قدسی بنے جب چھِڑا ذکرِ جمیل | نغمۂ صلِّ علیٰ زندہ و پایندہ پایا
رنجشیں شیریں مقالی سے سبھی دُور ہوئیں | دشمنوں نے بھی اُنہیںؐ احسان کنندہ پایا
کالی کملی میں چھپا لیں گے ہمیں سرورِ عالمؐ | فردِ عصیاں لئے ہاتھوں میں جو شرمندہ پایا
خلوتیں مہکتی ہیں اُنؐ کی حسیں یادوں سے | سرمدی کیف میں ہر نعت نویسندہ پایا

مل گئی دولتِ کونین گداؤں کو حبیبؔ!
بادشاہوں کو فقیروں کا جویندہ پایا!

شُوریٰ

مولانا مُفتی
عتیقُ الرحمٰن عثمانی
دہلی

اسلامی حکومت کے اصول و مبادی بہت سے ہیں۔ اس مختصر وقت میں ان سب کے بارے میں کچھ کہنا دشوار ہے۔ دوسرے اصول کے متعلق دیگر فضلائے گرامی اپنے خیالات پیش کریں گے۔ میں اس موقع پر اسلامی حکومت کے اصولِ شوریٰ کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی اختصار کے ساتھ۔ کیونکہ عام مشاہدہ یہ ہے کہ اس طرح کے اجتماعات میں کسی طویل مقالہ کا پڑھنا ممکن نہیں ہوتا۔

شورٰی درحقیقت رائے عامہ کے اظہار کا نام ہے۔ مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی نے تصریح کی ہے کہ شوریٰ کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی رائے معلوم کی جائے اور یہی اصول ہے جو موجودہ زمانے کے پارلیمانی نظام کی بنیاد ہے۔

اور جس کی داغ بیل اسلام نے اس وقت ڈالی تھی جب یورپ جمہوریت اور پارلیمنٹ کے مفہوم سے بھی ناآشنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ وشاورھم فی الامر (یعنی حکومت کے معاملات میں نظام شوریٰ اختیار کیجئے) اور مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے بارے میں یہ طے کر دیا گیا کہ اَمْرُھُمْ شُورٰی بَیْنَھُمْ یعنی ان کے تمام کام شوریٰ کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔

اسلامی قانون کے ماہرین اور علمائے اسلام کے نزدیک یہ بات طے ہو چکی ہے کہ شوریٰ اسلامی حکومت کی اساس اور اس کے فیصلوں کی بنیاد ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نقل کرتے ہیں کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ اللہ اور اس کا رسول شوریٰ سے مستغنیٰ ہے۔ مگر یہ حکم اُمّت کے لیے رحمت ہے اور جو اس کے حکم پر عمل کرے گا وہ اعلیٰ درجہ کی رہنمائی سے محروم نہ ہوگا اور جو شوریٰ کو ترک کرے گا وہ غلط راہ روی سے بچ نہ سکے گا۔

(روح المعانی) ابنِ جریر کی روایت ہے۔ قتادہ کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو وحی نازل ہونے کے باوجود اپنے اصحاب سے مشورے کا حکم ملتا تھا اور یہ اس لیے تھا کہ قوم کو پُورا اطمینان حاصل ہو جائے اور یہ کہ شوریٰ امت کے لیے قانون بن جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقاء سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (ترمذی)

اسی مفہوم کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قانون شوریٰ پر عامل تھے۔ تم بھی لازماً اس پر عمل کرنا اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے تعامل سے یہ ثابت ہے کہ وہ عورتوں سے بھی مختلف معاملات میں رائے لیتے تھے۔ تفسیر مظہری جلد دوم ص۱۶۱ پر مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے ضحاک کا ایک بیان نقل کیا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے عورتوں کو بھی حق رائے دہی دیا تھا۔

ان امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے لیے ایک مجلسِ شوریٰ بنائے کیونکہ ایک شخص ہر معاملہ میں اتنی واقفیت اور مہارت نہیں رکھتا جتنا معاشرہ کے دوسرے افراد رکھتے ہیں۔ مکی دور میں اجتماعی مشوروں کے لیے دار ارقم کو مجلس شوریٰ کا ایوان بنایا گیا تھا۔ مدنی دور میں حضورؐ کے زمانہ تک کھلے میدانوں کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

اور مسجد نبوی میں بھی اس طرح کے اجتماعات ہوتے تھے خلافتِ راشدہ میں سب سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ سے ایوانِ شوریٰ کا کام لیا گیا۔

جب اسلامی حکومت کے ایک اصول اور اساس کی حیثیت سے شوریٰ کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر حکومت یا خلیفہ وقت یا امام المسلمین اس کا پابند ہے یا نہیں۔ ہم اس مقالہ کو اس بحث پر مرکوز کرنا چاہتے ہیں اور یہ اس لیے کہ اسلامی نظام حکومت میں امیر کی حیثیت اور اس کے اختیارات متعین ہو جائیں۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امیر آزاد ہے اور وہ شوریٰ کے فیصلے کا پابند نہیں اس اعتبار سے امیر کی حیثیت ان کے نزدیک آمر مطلق یعنی ڈکٹیٹر کی ہو جاتی ہے اور شوریٰ کی حیثیت اور اہمیت صفر کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

اسلامی حکومت شوریٰ کی حکومت اور امام اس کا با اختیار رہنما اور صاحب تنفیذ قوت ہے اس لیے قدرۃً امام شوریٰ کے اختیارات کا نمائندہ ہے اور انتظامی معاملات میں مجلس شوریٰ کے فیصلوں کا ترجمان ہے۔

قرآن کریم میں ہے (امرھم شوریٰ بینھم) یعنی مسلمانوں کے معاملات اور انتظامی امور آپس کے مشورہ سے انجام پاتے ہیں۔ یہ حکم عام ہے اور حکومت کے صدرنشین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ دینے کے بعد بھی اپنی اس ذاتی رائے پر عمل کرے جو مجلسِ شوریٰ کے فیصلے کے خلاف ہو حکومت کے امیر اور سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ ارباب حل و عقد سے مشورہ لے اور اس مشورہ کی پابندی کرے۔

بہت سے حضرات کو قرآن مجید کی ایک دوسری آیت سے غلط فہمی ہوتی ہے اور انہوں نے اس سے غلط نتیجہ نکالا ہے وہ آیت یہ ہے۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (یعنی معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کر لیا کیجئے اور جب آپ معاملہ متعلقہ میں عزم کر لیں تو اعتماد خدا ہی پر رکھئے۔

ان الفاظ سے بہت سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ مشورہ کرنا تو امام کے لیے ضروری ہے مگر مشورے کی پابندی ضروری نہیں آیئے غور کریں کہ عزم سے پیدا ہونے والی رائے شوریٰ کے فیصلے کی پابند ہے یا نہیں۔ غور فرمایئے کہ قرآن میں شوریٰ کا پہلے ذکر کیا گیا ہے اور عزم کا بعد میں اور اس لیے منشا اور مقصد یہ ہے کہ کسی معاملہ کو طے کرنے کے لیے مجلس شوریٰ طلب کی جائے اور یہ مجلس جو فیصلہ کرے وہ عزم کی بنیاد بن جائے ظاہر ہے کہ اگر امیر یا امام شوریٰ کے فیصلہ کو نظر انداز کر دیا کرے گا اور ذاتی شخصی رائے پر عمل کرتا رہے گا تو یہ بات مجلس شوریٰ کے لیے ازالہ حیثیت عرفی کے مترادف ہوگی اور ایسے امیر اور ڈکٹیٹر کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا

دوسری بات یہ ذہن میں رکھنے کی ہے کہ اس آیت میں خطاب بطور خاص رسول اللہ صلعم سے ہے اور پیغمبر کے احکام شوریٰ کے باوجود واجب التعمیل ہوتے ہیں کیونکہ پیغمبر کی ایک حیثیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا امیر اور والی ہوتا ہے اور دوسری حیثیت یہ ہوتی ہے کہ اس زمین پر خدا کی آواز ہوتا ہے اس آیت کی رُو سے کسی صدر حکومت کو وہ اختیارات حاصل نہیں ہو سکتے جو آپؐ کی ذات کو مخاطب کرکے آپؐ کے ساتھ مخصوص کر دیئے گئے ہوں۔ ہمارا مقصد اس بحث سے یہ ہے۔ کہ اس بات سے اگر کسی کو انکار ہے کہ عزم کا تعلق شوریٰ کے فیصلہ سے ہے تو بھی یہ بات نظر انداز کرنے کی نہیں ہے کہ یہ حکم آپ کی پیغمبرانہ حیثیت کی وجہ سے آپ کے لیے مخصوص ہے۔ امرھم شوریٰ بینھم (یعنی مسلمانوں کے کام شوریٰ سے طے پاتے ہیں) قرآن میں یہ الفاظ ایک مستقل دفعہ کی صورت میں موجود ہیں اور اس کے خلاف کسی حکومت کا کوئی امیر حرکت نہیں کر سکتا چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں آیت عزم کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علیؓ کی یہ روایت نقل کی ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا گیا کہ عزم سے کیا مراد ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اہل رائے کا باہمی مشورہ اور اس کے بعد شوریٰ کے فیصلہ کی پیروی۔

معلوم ہوا کہ عزم حقیقت میں وہ ارادہ ہے جو امام کے دل میں شوریٰ کے فیصلہ پر

کاربند ہونے کے لیے پیدا ہوتا ہے اس آیت عزم کے سلسلہ میں احکام القرآن میں امام ابوبکر الجصاص نے واضح طور پر لکھا ہے۔ قرآن میں عزم کا ذکر شوریٰ کے بعد آیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ فیصلہ اور عزم وہی معتبر ہے جو شوریٰ کے فیصلہ کا نتیجہ ہو اور یہ شوریٰ سے صادر ہوا ہو۔ حافظ ابن کثیر نے بھی یہی بات لکھی ہے ان تمام تصریحات کے بعد امام کے شخصی فیصلہ کو شوریٰ کے فیصلہ پر ترجیح دینا درست نہیں ہوگا۔

اگر کسی کا ذہن ان تصریحات سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس کا یہ اصرار قائم رہتا ہے کہ امام کے شوریٰ کے فیصلے کے پابند ہونے پر کوئی صراحۃ النص موجود نہیں ہے تو وہ اس بات کا احترام کم سے کم کریں گے کہ اس دائرۂ خاص میں کوئی واضح اور متعین حکم موجود نہیں ہے۔ ان اصحاب کے لیے اکیلے سوچنے کی بات یہ ہے کہ نبوت اور خلافتِ راشدہ کے عہد کو چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔ خلفاء کا درجہ تو بہت اونچا ہے اور جو لوگ مسلمانوں میں ہیں وہ تقویٰ خوفِ خدا اور احساسِ ذمہ داری میں ان کے خاکِ پا کے برابر بھی نہیں کیا ایسے معاشرہ میں کسی فرد واحد کو بے لگام اور مطلق العنان بنا دینا درست ہوگا کیا تنہا ایک فرد کو ارباب حل وعقد کے فیصلوں سے آزاد اور مسلمانوں کے معاملات کا تنہا ذمہ دار بنا دینا مناسب ہوگا؟

بعض لوگوں کو اس معاملہ میں جوغلط فہمی ہوتی ہے اور انہوں نے سربراہ حکومت کو مختار مملکت مان لیا ہے اس کی وجہ سیرت و تاریخ کے تین" واقعات ہیں جنہیں صحیح ڈھنگ سے نہیں سمجھا گیا۔ ایک صلح حدیبیہ کا واقعہ دوسرے حضرت ابوبکرؓ کا جیش اسامہ کو رخصت کرنا' تیسرے مرتدین، زکوٰۃ کے بارے میں آپکا عمل۔

اس سے پہلے کہ ان تینوں واقعات کی صحیح تصویر پیش کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء اسلام کی ایک تصریح کا پھر سے ذکر کر دیا جائے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں دوقسم کی ذمہ داریوں پر فائز تھے ایک منصب رسالت، دوسرے منصب امامت' یہی ذمہ داریاں ہیں جن سے آنحضرت صلعم کے طرز میں فرق ہو جاتا تھا آپ منصب رسالت کا کام خدا کے حکم کے مطابق انجام دیتے تھے اور منصب امامت کا کام شوریٰ کے ذریعے سے، منصب رسالت کے کام کو ادا کرنے کے لیے آپ مشورہ تو کر لیتے تھے لیکن یہ مشورہ لینا صرف تعلیم امت کے لیے تھا مشورہ طلب کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری نہ تھا۔ یہاں صرف خدا کا حکم واجب التعمیل ہوتا تھا۔ البتہ اس متعین شکل کے علاوہ آپ نے کبھی اپنے عزم کو شوریٰ کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ شوریٰ کی پابندی کرنے کی مثالیں سیرت میں بہت سی ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کا اپنی خواہش کے علی الرغم مدینہ سے باہر نکل کر ۳ھ جنگ کرنا جو غزوۂ احد کے نام سے جانا جاتا ہے اور غزوۂ بدر کے موقع پر بھی آپؐ نے اپنی خواہش کے خلاف دوسروں کے مشوروں پر دوسری جگہ محاذ قائم کیا۔

آپؐ صلح حدیبیہ کے واقعہ کو لیجئے یہ ان واقعات میں سے ہے جن کو امام کے اختیار مطلق کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ صلح عام رائے کے خلاف صرف پیغمبرانہ ذمہ داری کے ماتحت طے پائی' رائے عامہ بڑی چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی ہر چیز سے بلند وبالا ہے جب عام لوگوں نے یعنی صحابہ کرامؓ نے اس صلح پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تو حضور صلعم نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں میں اس کے خلاف کچھ نہ کروں گا مجھے یقین ہے کہ خدا میرے ثمرے کو ضائع نہیں کرے گا۔ ان الفاظ سے یہ بات ظاہر ہے کہ رائے عامہ کے احتجاج کو آپ نے کس لیے نظرانداز کر دیا۔ —— دوسرا واقعہ جیش اسامہ کا ہے جو ۱۱ھ میں پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت اسامہؓ کی فوج کو شام کے محاذ پر روانگی کا حکم دیا۔ حالانکہ اسلامی حکومت کا پایہ تخت مدینہ قبائل کی بغاوت کی وجہ سے سخت خطرات سے دو چار تھا اور صحابہ کا مشورہ یہ تھا کہ اس وقت اس فوج کو باہر نہ روانہ کیا جائے اس واقعہ سے امیر مطلق کو آمر مطلق قرار دینا تاریخ کے واقعہ کی غلط تعبیر ہوگی۔ اس معاملہ میں صدیق اکبرؓ نے جو کچھ بھی کیا اس میں مطلق العنانی کو ذرا بھی دخل نہیں تھا انہوں نے دیکھا کہ یہ وہ فوج ہے جس کو

محاذ پر جانے کے لیے حکم خود حضور اکرمؐ نے دیا ہے اور اس لشکر کو بھیجنا حضور اکرمؐ کی آخری وصیت اور آخری حکم پر عمل کرنا ہے اور صحابہ کے مشورہ کے مقابلہ میں پیغمبر کا حکم زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

تیسرا واقعہ مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کا عمل جہاد ہے۔ آنحضرت کی وفات کے بعد مدینہ کے اطراف میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے خلاف بغاوت پھیل گئی لوگوں کا کہنا تھا کہ نماز تو ہم پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ حالات کا تقاضا ہے کہ تحمّل سے کام لیا جائے اور مانعین زکوٰۃ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ صدیق اکبرؓ نے اس مشورہ کو رد کر دیا اور انہوں نے شوریٰ کے ارکان کو یاد دلایا کہ زکوٰۃ خدا کے حکم سے واجب ہے اور خدائی احکام میں شوریٰ کو کمی وبیشی کا اختیار نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر کے بعد حضرت عمرؓ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے صحیح ہے اور اللہ نے ان کا دل جہاد کے لیے کھول دیا ہے اس بارے میں حضرت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں بحث کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تقریر کے بعد صحابہ ان کی دلیل کے قائل ہو گئے تھے۔

یہ بڑی نادانی ہوگی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے شریعت کے اصول پیش کر رہے ہوں اور اس واقعہ کو سامنے رکھ کر کچھ لوگ یہ بات دماغوں میں بٹھانے کی کوشش کریں کہ خلیفہ اوّل کے فیصلوں کو رد کر کے اپنے شخصی عزم پر عمل کرنے کے عادی تھے اور مطلق العنان آمر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

اسلام نے جمہوریت کا جو مزاج بنایا ہے وہ آج بھی دنیا کی قوموں کے لیے نمونہ اور نشان راہ کی حیثیت رکھتا ہے آج مدتوں کے بعد دنیائے اسلام میں اسلامی نظام کو اپنانے اور غیر اسلامی نظاموں کو رد کر دینے کی خوش آئند اور خوشگوار لہر چل پڑی ہے اس لیے اسلامی نظام کے مطابق دستور سازی کے مرحلے بھی پیش آئیں گے اور دستور سازی میں یہ مسئلہ یقیناً اہمیت رکھتا ہے کہ سربراہ حکومت اپنی شوریٰ کا پابند ہے یا شوریٰ کے فیصلے سے آزاد۔

یہ باتیں جو گوش گذار کی گئی ہیں امید ہے بہت سے دماغوں پر دستک دیں گی اور اہل الرائے اس کے بارے میں غور وفکر سے کام لیں گے۔

(اسلامی قانون کے موضوع پر ایک سیمینار میں پڑھا گیا۔)

اقوالِ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(مخزنِ اخلاق)

(مرسلہ: خاموش مبلغ ملتان)

- جو شخص مال کافی رکھتا ہو اس کے لیے کسب (کاروبار) کرنے سے عبادت بہتر ہے۔
- برکت کے معنی یہ ہیں کہ تھوڑے مال میں بہرہ مندی زیادہ ہو اس سے بہتوں کو فائدہ پہنچے اور اعمال صالحہ کی زیادہ توفیق ہو
- مال حرام سے صدقہ خیرات دینا ناپاک کپڑا پیشاب سے دھونے والے کی مثل ہے۔
- جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے تمام اعضاء گناہ میں پڑ جاتے ہیں
- اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو تو لقمہ حلال کے سوا پیٹ میں کچھ نہ ڈالو
- اگر تو اس قدر نماز پڑھے کہ پشت خم ہو جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ بدن ہلال بن جائے، ہرگز فائدہ نہ پائے گا۔ تاوقتیکہ مالِ حرام سے پرہیز نہ کرے گا۔
- محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں ہے اور صدقہ سے بہتر ہے

جو ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے وہ سب احتیاطیں کر سکتا ہے۔

ترتیب: منظور احمد الحسینی

عاشقِ رسول شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

بشکریہ جنگ کراچی، ۲۹ جنوری ۱۹۸۱ء

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی ولادت ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء میں بانس بریلی میں ہوئی جہاں آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی سرکاری محکمہ تعلیم سے وابستہ تھے چھ سال کی عمر میں پڑھنے بٹھائے گئے۔ قرآن مجید کا اکثر حصہ میاں جی منگلوری سے پڑھا بقیہ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی کتابیں میاں جی مولوی عبداللطیف صاحب سے پڑھیں اس کے بعد فارسی کی سب کتابیں اور عربی کی ابتدائی کتب اپنے معزز چچا اور مشہور استاد مولانا مہتاب علی سے پڑھیں اور جب دیوبند کا مدرسہ معرض وجود میں آیا تو آپ کو سب سے پہلے اس مدرسہ کے احاطہ میں کتاب کھولنے کی سعادت نصیب ہوئی اور جس استاد کے سامنے کتاب کھولی ان کا نام نامی بھی "ملا محمود" تھا۔ ۱۲۸۶ھ میں نصاب دارالعلوم کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں رہ کر صحاح ستّہ اور دوسری کتابیں پڑھیں اور ۱۲۸۹ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۲۹۰ھ میں دارالعلوم کا جلسہ دستار بندی ہوا جو مادرِ علمی کا پہلا جلسہ تھا۔ اس میں حضرت نانوتویؒ کے دست مبارک سے آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اور سند فراغت ملی۔ جن رفقاء کو آپ کے ساتھ یہ سعادت ملی ان میں مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا عبدالحق پورقاضوی وغیرہ شامل ہیں زمانۂ تعلیم میں ہی آپ کا شمار حضرت نانوتویؒ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا تھا اور حضرت نانوتویؒ خاص طور پر شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کی اعلیٰ علمی اور ذہنی صلاحیتوں کے پیش نظر دارالعلوم کی مدرسی کے لیے اکابر کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ اور ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۴ء میں مدرس چہارم کی حیثیت سے آپ کا تقرر عمل میں آیا۔

ظاہری علم وفضل کی طرح باطن بھی آراستہ تھا۔ ۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۷ء میں اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کی معیت میں حج سے مشرف ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا اس سفرِ حج میں علماء کا ایک بڑا قافلہ بن گیا تھا جس میں حضرت نانوتویؒ کے علاوہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا محمد منیر نانوتویؒ حکیم ضیاء الدین رام پوری، مولانا احمد حسنؒ کانپوری جیسے علماء ومشاہیر شامل تھے۔ قافلہ کے جملہ حضرات کی تعداد سو کے قریب تھی حضرت شیخ الہند کو حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے خلافت بھی حاصل تھی۔

۱۲۹۷ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات کے رنج وغم میں تمام تعلقات اور تعلیم وتعلّم ترک کر کے عزلت گزینی اختیار فرمائی مگر ایک ماہ کے بعد مہتمم دار العلوم مولانا رفیع الدین کے ارشاد و اصرار سے تعلیم شروع فرمائی، جامع کمالات، نمونۂ سلف صدر مدرس مولانا محمد یعقوب صاحب کی وفات اور مولانا سید احمد صاحب کے تشریف لیجانے کے بعد ۱۳۰۵ھ میں حضرت باتفاق آراء صدر مدرس تجویز ہوئے اور مسلسل چالیس سال تک علوم دینیہ کی نشر واشاعت فرماتے رہے۔ حلقۂ درس کو دیکھ کر سلف صالحین اور اکابر محدثین کے حلقۂ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا۔ قرآن وحدیث حضرت کی زبان پر تھا اور آئمہ اربعہ کے مذاہب ازبر، صحابہ و تابعین، فقہاء ومجتہدین کے اقوال محفوظ، نہایت سبک اور سہل الفاظ یا محاورہ اردو میں اس روانی اور جوش سے تقریر فرماتے، معلوم ہوتا کہ دریا امڈ رہا ہے۔

بہت سے ذی استعداد اور ذہین وفطین طالبعلم جو مختلف اساتذہ کی خدمتوں میں استفادہ کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اپنے شکوک وشبہات کے کافی وافی جواب

پڑھنے کے بعد حضرت مولانا کی زبان سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہؐ کے معانی اور مضامین عالیہ سن کر سرِنیاز خم کرکے معترف ہوتے تھے۔ یہ علم کسی کو نہیں ہے اور ایسا محقق عالم دنیا میں نہیں ہے۔

آپ کی زبردست علمی شخصیت کے باعث طلبہ دارالعلوم دیوبند کی تعداد دو سو سے بڑھ کر چھ سو تک پہنچ گئی تھی۔ آپ کے زمانہ میں ۸۶۰ طلباء نے حدیث نبوی سے فراغت حاصل کی۔ حضرت شیخ الہند کے فیض تعلیم نے امام العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی، حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی، شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی، مبلغ اعظم مولانا محمد الیاس کاندھلوی، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی، بطل حریت مولانا منصور انصاری، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عزیز گل، مولانا محمد صادق کراچی، جیسے مشاہیر اور نامور علماء کی جماعت تیار کی۔

حضرت شیخ الہندؒ نے جس طرح دین متین کی خدمت کی اسی طرح سے آپ نے استخلاص وطن کے لیے سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت شیخ الہند نے اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر مسلح انقلاب کے ذریعے انگریزوں کا اقتدار ختم کرنے کے لیے بڑے پیمانہ پر ایک منصوبہ تیار کیا اس کے لیے انہوں نے نہایت منظم طور پر اپنا پروگرام مرتب کیا تھا۔ ان کے شاگردوں اور رفقائے کار کی ایک بڑی جماعت جو ہند و بیرون ہند کے اکثر ممالک میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے مجوزہ پلان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہایت سرگرمی اور جانبازی کے ساتھ کوشاں تھی۔ شاگردوں میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا محمد میاں منصور انصاری اور دوسرے بہت سے تلامذہ اس میں شامل تھے جنہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کے سیاسی اور انقلابی پروگرام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں یہ بڑی منظم تحریک تھی اس نے آزادی کے لیے آئندہ پورے ہندوستان میں فضا ہموار کر دی یہ کام دو محاذوں سے شروع کیا گیا تھا۔ ایک محاذ اندرون ملک کا تھا اور دوسرا ملک سے باہر، دونوں محاذوں پر مسلح جدوجہد کی تیاری کی جارہی تھی اس وقت عام خیال تھا کہ طاقت کے بغیر انگریزوں کا ہندوستان سے نکال دینا ممکن نہیں ہے اور چونکہ ہندوستان سے ہتھیار چھین لیے گئے ہیں اس لیے جنگ آزادی شروع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلحہ اور سپاہ کی غیر ملکی امداد و اعانت حاصل کی جائے۔ اس سلسلہ میں شیخ الہندؒ کی نظر سب سے پہلے افغانستان پر گئی ہندوستان اور افغانستان کی سرحدیں ملی ہوئی ہونے کی وجہ سے وہاں سے مدد اور اسلحہ ملنا سب سے آسان تھا اسی کے ساتھ ہندوستان کی سرحد پر بسنے والے آزاد قبائل سے مدد لی جاسکتی تھی اسلحہ اور سپاہ کا مرکز یاغستان کے آزاد علاقے کو بنایا گیا تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ نے صوبہ سرحد کے ان علماء سے جو دارالعلوم کے طالب علم رہ چکے تھے رابطہ قائم کیا ــــ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ افغانستان سے لے کر ہندوستان تک انگریزوں کے خلاف ایک جال بچھا دیا جائے اور کسی مناسب موقع پر ہندوستان اور آزاد قبائل کی منظم طاقت برطانوی ہند پر حملہ آور ہو دوسری طرف ملک بھر میں جنگ آزادی کا آغاز کر دیا جائے، ان کا خیال تھا کہ یہ ایک ایسی صورت ہوگی جس کا انگریز مقابلہ نہ کرسکیں گے۔

ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے باہر کی حکومتوں سے بھی اس سلسلہ میں مدد لینا ضروری تھا اس بنا پر آپ نے مولانا عبیداللہ سندھی کو ایک خاص مشن پر کابل جانے کا حکم دیا۔ اور مولانا محمد میاں منصور انصاری کو آزاد قبائل میں جہاد کی تلقین کے لیے بھیجا اور ترکوں سے مدد حاصل کرنے کے لیے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء خود حجاز مقدس کا سفر کیا۔ وہاں کے ترکی گورنر غالب پاشا اور انور پاشا سے جو اس وقت ترکی کے وزیر جنگ تھے ملاقات فرما کر بعض اہم امور طے کئے آپ حجاز سے براہ بغداد بلوچستان ہوتے ہوئے سرحد کے آزاد قبائل میں پہنچنا چاہتے تھے کہ اچانک جنگ عظیم کے دوران شریف حسین والی مکہ نے انگریز حکام کے اشارے پر آپ کو گرفتار کرکے ان کے حوالے کر دیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا عزیز گل مدظلہ، حکیم نصرت حسین رح، اور مولانا وحید احمدؒ کی گرفتاری بھی عمل میں آئی آپ کو پہلے مصر اور پھر وہاں سے مالٹا لے جایا گیا، جو اس دور کے برطانوی قلمرو میں جنگی مجرموں کے لیے محفوظ ترین مقام سمجھا جاتا تھا اس تحریک کا نام ریشمی رومال ہے

(اس تحریک کے ساتھ متعلقہ لوگوں کی تعداد ۲۲۲ ہے۔ جن کا ریکارڈ انڈیا آفس لندن میں ہے ان میں خلیفہ ترکی بلقان ایران اور امیر کابل مربی ہیں جبکہ انور پاشا، عباس حلمی، نائب سلطنت کابل، نظام حیدر آباد، والی بھوپال نواب رام پور اور نواب بہاول پور مرکزی شخصیتیں تھیں۔

فوجی لشکر جس کا نام "جنود ربانیہ" تھا، کے سالار اعلیٰ حضرت شیخ الہند جبکہ قائمقام سالار مولانا عبیداللہ سندھی، نائب سالاروں میں مولانا دین پوری، حضرت امروٹی، حضرت مدنیؒ حاجی صاحب ترنگ زئی، ڈاکٹر انصاری، مولانا منصور انصاری، مولانا آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان جیسے لوگ شامل تھے۔ ان لوگوں کو لیفٹیننٹ جنرل لکھا گیا ہے۔

معین سالار یعنی میجر جنرل ۱۵ حضرات ہیں ان میں علامہ سید سلیمان ندوی کاظم بے وغیرہ شامل ہیں۔

کرنل حضرات کی فہرست میں ۲۴ کے قریب حضرات کے نام ہیں: حضرات مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد صادق کھڈہ کراچی مولانا عزیز گل وغیرہ اس زمرہ میں شامل ہیں۔ بارہ کے قریب لیفٹیننٹ کرنل اسی طرح میجر کپتان ان سب کی علیحدہ علیحدہ فہرست ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا حلقہ اثر، ماتحت عملہ، مشاہرہ جات اور دوسرے اخراجات سب امور کی تفصیل کتاب، "تحریک شیخ الہند" (مصنفہ مولانا محمد میاں صاحب) میں درج ہے۔

جنگ کے ختم ہونے پر آپ کو ہندوستان آنے کی اجازت ملی اور ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو آپ نے ساحل بمبئی پر قدم رنجہ فرمایا۔ اگرچہ مالٹا سے واپسی کے بعد صحت بگڑ چکی تھی اور قویٰ پیرانہ سالی کے باعث نہایت ضعیف ہوگئے تھے مگر بایں ہمہ آپ تحریک خلافت میں شریک ہوگئے آپ نے برطانوی حکومت کے خلاف "ترکِ موالات" کا فتویٰ دیا جس سے ملک میں زبردست ہیجان پیدا ہوگیا۔ حتیٰ کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تک کو لوگ بند کرنے پر آمادہ ہو گئے اس زمانہ میں شیخ الہند سخت علیل تھے پالکی میں علیگڑھ تشریف لے گئے خواجہ عبدالمجید کی کوٹھی پر قیام کیا اگلے دن جلسہ میں شرکت فرمائی۔ کمزوری اتنی تھی کہ چلنا مشکل تھا۔ دو آدمیوں کے سہارے تشریف لائے خطبہ میں فرمایا۔

"میں اپنی پیرانہ سالی اور علالت و نقاہت کی حالت میں گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر الٰہی کی روشنی جھلک رہی ہے۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو۔ اور اس اُمت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو اُن کے دلوں پر خوف وہراس طاری ہو جاتا ہے خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا" مزید فرمایا۔ "اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں۔ مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علیگڑھ کی جانب بڑھایا اور اس طرح ہم نے دو تاریخی مقاموں کا رشتہ جوڑا۔"

آگے چل کر آپ نے اس الزام کی تردید کی کہ علماء جدید علوم کے مخالف ہیں البتہ جو اثرات واضح طور پر سامنے آتے ہیں ان کی نشاندہی کی اور آزاد یونیورسٹی کے قیام کا اعلان فرمایا۔ یہی یونیورسٹی بعد میں دہلی میں "جامعہ ملیہ" کے نام سے بنی۔ اور اس طرح آپ نے علیگڑھ کو گویا بچا لیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ایک نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ کی کوششوں سے علی گڑھ اور دیوبند ایک پلیٹ فارم پر نظر آنے لگے اور علی گڑھ اور دیوبند کے مابین جو بُعد تھا وہ بڑی حد تک کم ہوگیا غرض کہ آپ علم و فضل، زہد و تقویٰ کے علاوہ سیاست و تدبر میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

علیگڑھ سے واپسی کے بعد جب حالت زیادہ تشویشناک ہوگئی تو بغرض علاج ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے یہاں لے جایا گیا۔ حکیم اجمل خاں بھی شریک علاج تھے مگر وقتِ موعود آچکا تھا۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کی صبح کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ جنازہ دیوبند لایا گیا اور اگلے روز حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی قبر مبارک کے قریب یہ گنجینۂ فضل و کمالات دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔

تصانیف

(۱) ترجمہ قرآن مجید۔ حضرت شیخ الہندؒ نے درس وتدریس اور سیاسی

مشاغل کے باوجود کئی ایک کتب تحریر فرمائی ہیں۔ ان سب میں سرفہرست قرآن مجید کا ترجمہ ہے یہ ترجمہ قرآن پاک مالٹا جیل میں سرانجام پایا سورۂ مائدہ تک حواشی تحریر فرمائے تھے کہ رہائی مل گئی بقیہ فوائد و حواشی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے پورے کئے۔ اس ترجمہ و تفسیر کو اللہ تعالیٰ نے اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ شاید کسی اور ترجمہ و تفسیر کو حاصل نہ ہوئی ہو۔ یہی ترجمہ و تفسیر فارسی زبان میں ترجمہ ہو کر حکومت افغانستان کے اہتمام سے کابل سے شائع ہوئی (۲) تراجم ابواب بخاری، (۳) تقریر ترمذی۔ بزبان عربی۔ یہ تقریر ترمذی شریف کے حاشیہ پر چھپ چکی ہے۔ اور مقبول خاص و عام ہے (۴) حاشیہ ابوداؤد شریف (۵) حاشیہ مختصر المعانی (عربی) (۶) ایضاح الادلہ (۷) احسن القریٰ، شرح اوثق العریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ (۸) جہد المقل فی تزیہہ المعزو المزل (۹) ادلہ کاملہ (۱۰) افادات محمود (۱۱) کلیات شیخ الہندؒ

ہے —— جنہوں نے مجھے دیکھا انہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور جنہوں نے مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا ان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے —— گویا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم کی حدیث میں ارشاد فرمائے گئے۔ بہترین زمانوں کے بہترین انسان صحابہ اور تابعین اپنی عظمت و جلالت، ایمانی غیرت و قوت اور دینداری و دینی خدمات کے سبب ایسے سعادت مند اور نیک بخت ہیں کہ جہنم کا ان سے کیا کام؟ یہ لوگ تو بخشے ہوئے اور مغفرت یافتہ ہیں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ انہی کے لئے تو ہے یہی ہیں جن سے محبت، رسول کریمؐ سے محبت ہے۔ اور یہی ہیں کہ جن سے دشمنی سرکارؐ سے دشمنی ہے ان ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی رفاقت کے لئے چُنا، یہی وحی کے گواہ اور دین اسلام کے سب سے بڑے مبلغ و منّاد ہیں جنہوں نے شرق و غرب میں پھر کر دین اسلام کا پھریرا لہرایا۔

مولانا فضل احمدؒ

مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی کے مہتمم مولانا فضل احمد بھی چل بسے۔ دارالعلوم دیوبند کا قابلِ فخر فرزند جس نے ایک معمولی بستی میں مدرسہ بنایا تو دیکھتی آنکھوں وہ ملک کے صفِ اوّل کے مدارس میں شمار ہونے لگا۔ قاسم العلوم میں دورہ حدیث تک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کا باقاعدہ نظام ہے کتب خانہ مثالی ہے اور یہ سب کچھ مرحوم کے خلوص، محنت، تدبّر اور دینی جذبات کا ثمرہ ہے۔

ہم رب کائنات کے حضور مرحوم کے رفع درجات کے لئے دعاگو ہیں اور اپنے رب سے ملتمس کہ ان کے متوسلین، اعزہ اور عقیدتمندوں کو اس حادثہ کے برداشت کرنے کی توفیق دے اور مرحوم کی اس علمی یادگار کی بیش از بیش خدمت کا اللہ رب العزت متوسلین کو حوصلہ دے۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

دو پیشین گوئیاں پوری ہوئیں —— مصالحت و اجتماع کی پیشین گوئی اولاً حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت و خلافت ——

حضرت معاویہؓ نے آگے چل کر عظیم پتہ کی بات کہی۔ کہ جس زبان یا ہونٹوں کو سرکار دوجہاں علیہ السلام نے چوما اور بوسہ لیا اسے کیسے عذاب ہوگا، کبھی نہیں —— صحابہ علیہم الرضوان کے متعلق ارشاد نبوی

ہمارے ملّی ادارے

صدّیقی ٹرسٹ کراچی

اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصد تخلیق اپنی عبادات و بندگی قرار دیا ہے اور حضور علیہ السلام کی اُمت کو "خیرامت" کے لقب گرامی سے نوازا ہے اس کی وجہ امت کا وہ عمل ہے جسے امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دعوت الی الخیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے اپنے فرائض کو پہچان لیتے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت نہیں —— سورۃ العصر میں کامیابی انہی لوگوں کے لیے بتلائی گئی ہے جو ایمان وعمل صالحہ کے ساتھ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں —— پاکستان میں جو افراد اور ادارے یہ کام کر رہے ہیں ان میں جناب محمد منصور الزماں صدیقی کی کوشش سے قائم کردہ صدیقی ٹرسٹ بھی ہے جو عام نوعیت کے چندوں کے بغیر مخیر حضرات و افراد کی کوشش سے بڑا اہم اور بنیادی کام کر رہا ہے بنیادی اور ضروری مسائل پر برصغیر کے نامور علماء و صلحا اور اہل قلم کی ٹھوس اور شستہ تحریریں رسائل اور پمفلٹوں کی شکل میں شائع ہو رہی ہیں اب تک کی اشاعت نو لاکھ سے زیادہ ہے ہمارے خیال میں حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی انجمن خدام الدین کے بعد اتنی تعداد میں اس طرح کا کام کسی اور ادارہ نے نہیں کیا —— اب یہ ادارہ حضرت کے خلف الرشید اور جانشین مولانا عبید اللہ انور کی اجازت سے حضرت کے معروف عالم ۳۳ رسائل کو چھاپ کر مفت تقسیم کر رہا ہے اردو کے علاوہ مختلف زبانوں میں رسائل کے تراجم کرا کے شائع کئے جا رہے ہیں جنہیں تعلیم الاسلام جیسی بنیادی کتاب بھی شامل ہے جس کے سات زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں —— علاوہ ازیں دوسرے ممالک میں ضرورت مند مسلمانوں کو ان کی زبانوں میں قرآن مجید با ترجمہ ارسال کرنے کا وسیع منصوبہ زیر غور ہے اور اس کا ایک حصہ زیر عمل جبکہ بعض ضروری نوعیت کی کتب ان کے ناشران سے لے کر بہت ہی مناسب داموں پر پھیلانے کا بھی ٹرسٹ نے اہتمام کر رکھا ہے بہرحال بہ حیثیت مجموعی خوب سے خوب تر کام ہو رہا ہے ہم ادارہ کے بانی و محسن کی ایک تحریر تعارف کے لیے شائع کر رہے ہیں تاکہ دوسرے اہل خیر بھی اس طرف متوجہ ہو سکیں۔ اور اس نوع کے کام زیادہ سے زیادہ تعداد میں ہو سکیں اور ملت کو فائدہ دینی نصیب ہو۔

(ادارہ)

الحمد للہ صدیقی ٹرسٹ نے اپنی مختصر مدتِ قیام (یکم جولائی ۱۹۷۰ء تا دسمبر ۱۹۷۹ء) میں اپنے مقصد کے حصول میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ہے ملک عزیز پاکستان کے باہر بھی ٹرسٹ کا تعارف محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس طرح ہو گیا ہے کہ بے شمار خطوط رسائل کی طلب میں آتے ہیں جن کی تعمیل کی جاتی ہے۔

یورپ و امریکہ، کناڈا کے علاوہ آسٹریلیا جاپان، فلپائن، برما، نیپال مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے ممالک سے رسائل کی طلب کے علاوہ قرآن کریم کی مانگ ہے جاپان، فلپائن، برما، نیپال وغیرہ سے انگریزی ترجمہ کی زبردست مانگ ہے۔ جبکہ افریقہ میں عربی متن کے ساتھ انگریزی ترجمہ درکار ہے۔

اس سلسلہ میں یہ وضاحت کرنا مناسب ہے کہ بعض ممالک میں قرآن شریف کی طباعت و اشاعت کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ ہی کسی دوسرے ملک سے درآمد کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ گفٹ پارسل یعنی تحفہ کی صورت میں روانہ کئے جا سکتے ہیں۔

ان ممالک میں آباد مسلمان قرآن کریم

اور تفسیر و احادیث شریفہ کے مجموعات کے حصول کے لیے پریشان ہوتے ہیں اور ان کی نگاہ پاکستان کی جانب اٹھتی ہے۔ اکثر اخبار و رسائل میں اس قسم کے خطوط شائع ہوتے ہیں کہ ہمارے پتہ پر قرآن شریف بھیج دیجئے۔

جو پاکستانی بھائی ان ممالک میں سفر کرتے ہیں یا وہاں کے کسی ادارہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس کی بخوبی وضاحت کر سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مقامی باشندے پاکستانی سفارت خانوں سے بھی رجوع کرتے ہیں۔

صدیقی ٹرسٹ نے بعض ممالک میں قرآن کریم سیپارے، قاعدے اور نماز و ارکانِ اسلامی کی تعلیمات و احکامات پر مبنی کتابیں روانہ کی ہیں۔

قرآن کریم بالخصوص انگریزی ترجمہ کے ساتھ جس رفتار سے مانگ و طلب ہے اس کے تحت ضروری ہوگیا کہ ٹرسٹ اس کی اشاعت و طباعت کا بندوبست کرے۔

الحمد للہ فی الوقت دس ہزار قرآن کریم کی طباعت کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ دو ہزار قرآن شریف (بغیر ترجمہ) طباعت کے مرحلہ میں ہے جبکہ انگریزی ترجمہ کے ساتھ آٹھ ہزار قرآن کریم کی طباعت کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔

یہ قرآن کریم خصوصیت کے ساتھ ان ممالک کو تحفتاً روانہ کئے جائیں گے جہاں ضرورت ہے انشاءاللہ اس کے بعد سیپارے اور ابتدائی قاعدے وغیرہ کی طباعت عمل میں آئے گی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جس نے اپنے حقیر بندوں کو اس عظیم خدمت کے لیے منتخب فرمایا اللہ تعالیٰ یہ خدمت اپنی رضا کے لیے قبول فرمالیں۔ (آمین)

اس عظیم منصوبہ کی تکمیل کے لیے ایک لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی جو انشاءاللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فراہم فرما دیں گے ٹرسٹ کی جانب سے اہلِ خیر کو شرکت کی دعوت ہے۔ واضح رہے کہ آپ کا ادارہ صدیقی ٹرسٹ کوئی چندہ طلب نہیں کرتا بلکہ صرف دعوتِ خیر کے تحت اطلاع ہے۔ ہر شخص اپنی استطاعت و شوق کے مطابق شرکت کر سکتا ہے۔ یہ فرضِ عین ہے اور صدقہ جاریہ ہے۔

ٹرسٹ کی جانب سے شائع ہونے والے رسائل بحمد اللہ حسبِ معمول شائع ہو رہے ہیں اور انشاءاللہ شائع ہوتے رہیں گے ان کی تعداد اردو اور دیگر تراجم شامل کرکے اب ایک سو پچاس کے قریب ہے اور یہ تمام رسائل حسبِ ضرورت شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح ہر رسالہ مسلسل اور متواتر اشاعت پذیر ہوتا ہے اب تک ان کی اشاعت کی تعداد نو لاکھ سے زیادہ ہو چکی ہے۔

علاوہ ازیں یہ رسائل بنگلہ دیش میں مقامی ادارے شائع کر رہے ہیں جبکہ سری لنکا اور بھارت میں مقامی زبانوں میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور خلوصِ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اغراض و مقاصد

صدیقی ٹرسٹ کے قیام کا مقصد صرف یہ ہے کہ آسان زبان اور عام فہم انداز میں دین کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔ نئی نسل جس کی دینی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے اور مشنری اسکول و کالج کے طلبہ و طالبات جو اپنی تہذیب اور اپنے دین کی بنیادی تعلیم سے بھی واقف نہیں ہیں انہیں مختصر وقت میں ضروری معلومات فراہم کی جائیں۔

خواتین اور مصروف کاروباری حضرات کے لیے بھی یہ مختصر تبلیغی و اصلاحی رسائل مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ سیاست یا اختلافِ مسلک سے دُور رہ کر بنیادی تعلیم اور اصلاح معاشرہ کی کوشش کرنا ٹرسٹ کا مقصد ہے۔

دنیا کے بیشتر ممالک کی طرح ہمارے ملک میں بھی غیر ملکی سرمایہ اور امداد سے عیسائی مشنریز سرگرم عمل ہیں۔ ان کے سکول کالج، شفاخانے اور دیگر ادارے بنیادی طور پر ان کے تبلیغی مراکز ہیں کروڑوں روپیہ سالانہ کے خرچ سے بائیبل کارسپانڈنس سکول اور خود ساختہ انجیل کی مفت تقسیم اسی عمل کا ایک حصّہ ہے ان کے علاوہ مرزائی، بہائی، کمیونسٹ، دہریہ اور دیگر غیر مسلم گروہ اپنے اپنے مشاغل میں مصروفِ عمل ہیں جو قیامِ پاکستان کے مقصد اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف ہے افسوس ہے کہ ہم مسلمان محض چند اختلافی مسائل کی بنا پر مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیئے

گئے ہیں۔ ظاہر ہے اس کا فائدہ اُس قوت کو حاصل ہو رہا ہے جو اسلام دشمن ہے۔ اختلاف صرف چند غیر اہم مسائل کے طریق کار میں ہے ان کو چھوڑ کر بنیادی تعلیم و عقائد ایک ہی ہیں اور ایک ہی رہیں گے قرآن کریم اور سنت مبارکہ اس کی بنیاد ہے۔

ٹرسٹ اسی بنیادی تعلیم کو پیش کر رہا ہے اس کے ساتھ ہی بدعات، رسومات اور شادی و بیاہ یا عام زندگی میں مسرفانہ طریق کی اصلاح پیش کرنا اس کے فرائض میں شامل ہے

قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق اللہ تعالےٰ کے دینِ حق کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کی کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس کے لیے عالم اور مولوی ہونا یا مال دار ہونا ضروری نہیں بلکہ دین کا علم حاصل کرنا اور اس علم کو پھیلانا ہر کلمہ گو پر فرض ہے۔ ہر مرد عورت، امیر فقیر عالم جاہل چھوٹا بڑا اس کا پابند ہے۔

سب سے بڑی تبلیغ اپنی اصلاح اور عبادات و عقاید کو درست کرنا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت اور قوت عطا کی ہے جس میں مال، اولاد، جسمانی قوت، تقریر، تحریر کی استطاعت، سب شامل ہے یہ تمام نعمتیں امانت ہیں ان کی عطا کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی بلندی کی کوشش یعنی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کی کوشش کرنا اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرنا ہے۔

ضروری نہیں کہ آپ صدیقی ٹرسٹ کے ساتھ ہی وابستہ ہوں بلکہ ہر وہ جماعت و ادارہ جو اس کے لیے سرگرم عمل ہو اس سے تعاون کیجئے اپنی برادری اور حلقۂ احباب اپنے خاندان میں اس کے لیے کوشش کیجئے مسلمان بنیئے اور مسلمان بنایئے جیسا کہ اس کا حق ہے۔

تبلیغ دین کے لیے علم و عمل ضروری ہے خلوص نیت اور ادائیگی فرض کے جذبہ کے ساتھ پیشِ نظر رہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ سوال کثرت و قلّت کا نہیں بلکہ نعمتوں کے صحیح اور غلط استعمال کا ہے۔

اپنی تمام تر توانائی اور قوت اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لیے وقف کر دیجئے کہ یہی مقصد تخلیق ہے اور یہ عبادت الٰہی کا بنیادی جز ہے۔

صدیقی ٹرسٹ کسی جماعت یا برادری سے وابستہ نہیں ہے اس کی خدمات عام ہیں اور یہ ہر فرد و برادری کا ادارہ ہے

صدیقی ٹرسٹ کے شائع کردہ رسائل آپ خود شائع کرائیں کوئی پابندی نہیں ہے یا ٹرسٹ کے ذریعہ اس کا بندوبست کرا لیں۔ تفصیلات کے لیے ٹرسٹ کا شائع کردہ سالانہ جائزہ ملاحظہ فرمایئے۔

صدیقی ٹرسٹ

آپ سے ہر ممکنہ تعاون کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔

حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا

- اگر حامی و ناصر کی آرزو ہے — تو خدائے عزّوجل کافی ہے۔
- اگر ہمراہ چاہتے ہو — تو کراماً کاتبین کافی ہیں
- اگر عبرت چاہو — تو دنیا (دارِ فانی) کافی ہے۔
- اگر مونس و ہمدرد کی تلاش ہے — تو قرآن کافی ہے۔
- اگر کام کی طلب ہے — تو عبادت الٰہی کافی ہے۔
- اگر نصیحت چاہتے ہو — تو موت کی یاد کافی ہے

اور جو کچھ کہا گیا ہے — یہ اگر ناپسند ہے — تو پھر — دوزخ کافی ہے

(مخزنِ اخلاق ص۱۴۸)

مرسلہ: خاموش مبلغ ملتان

حکیم محمد سعید

صحتِ جسم اور طہارتِ فکر

بقائے صحت کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے قلب کو بھی پاک صاف رکھے

قیام صحت اور بقائے تندرستی کا انحصار بہت سی چیزوں پر ہے مثلاً حفظِ صحت کے اصولوں پر عمل کرنا۔ یعنی تازہ اور صاف ہوا میں سانس لینا اور اپنے رہنے سہنے کی جگہوں میں تازہ ہوا کو بلا روک ٹوک آنے جانے دینا، سورج کی اوّلین شعاعیں اپنے جسم پر پڑنے دینا، متوازن اور مناسب غذا صحیح وقت پر اطمینان سے کھانا، تازہ اور صاف پانی پینا، بعد عشا رات کو جلد سونا اور صبح نماز فجر سے قبل بیدار ہونا، بقدر مناسب ورزش کرنا اور اپنے جسم کو پاک و صاف رکھنا وغیرہ۔ یہ سب کے سب اصولِ حفظِ صحت ہیں، ان کا پورا پورا خیال رکھنا اس کی قطعی ضمانت ہے کہ آپ کی صحت اور تندرستی ہمیشہ قائم رہے گی اور آپ بیماریوں اور امراض سے بچے رہیں گے۔ اور دواؤں کے غلط اور غیر ضروری استعمال سے آپ کو نجات حاصل رہے گی۔ بلاشبہ صحت اور تندرستی کا انحصار اسی پر ہے، کہ ہر انسان صحت کی حفاظت کے اصول پر عمل کرے۔ ان اصولِ حفظِ صحت کے علاوہ بھی ایک حد درجہ اہم چیز ہے جس کا صحت و تندرستی سے گہرا تعلق ہے اور بہت زیادہ ہے وہ ہے صفائی، پاکی اور طہارت، جب ہم سرور کائنات، فخرِ موجودات اور ہادیٔ برحق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلاو ارفع تعلیمات پر غور کرتے ہیں تو ہم پر یہ بڑی عجیب و غریب حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ جناب نبی آخرالزماں علیہ التحیۃ والسلام نے سب سے پہلے انتہائی اہمیّت کے ساتھ تندرستی اور صفائی اور صحت و طہارت کا رشتہ قائم فرمایا اور قول فیصل کے طور پر تندرستی اور صفائی اور صحت و طہارت کو لازم وملزوم قرار دے دیا گیا ہے۔ درحقیقت جب صفائی و پاکی اور طہارت کا ذکر فرما دیا گیا ہے (عقل و فہم کو بیدار ہوکر) سمجھنا چاہیئے کہ اس سے منشاء و مراد جسمانی صفائی بھی ہے اور روحانی و ذہنی صفائی بھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن و حدیث، دونوں، انتہائی اہمیّت کے ساتھ طہارتِ جسمانی اور پاکیزگیٔ فکر و خیال پر زور دیتے ہیں جس طرح یہ ناممکن ہے کہ انسان غلاظت و کثافت کے انباروں میں جسمانی طور پر صحت مند رہ سکے اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ کوئی بھی انسان خیالاتِ بد اور افکار فاسدہ کے ساتھ اپنی صحت کو برقرار رکھ سکے۔ ایک انسان جو غسل نہ کرے، اپنے دانت اور ناک کو صاف نہ رکھے، ناخنوں کو نہ تراشے۔ سر اور داڑھی کے بالوں کو نہ سنوارے وغیرہ۔ وہ صحت مند اور تندرست نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح انسان اپنے ماحول کو صاف ستھرا نہ رکھے تو اس کی صحت پر ضرور اس کا خراب اثر پڑے گا کیونکہ گندگی اور غلاظت انسان کے حواس اور قویٰ کو متاثر کرتی ہے اور خراب اثر ڈالتی ہے یہی حال خیالاتِ بد اور افکارِ فاسدہ کا بھی ہے ایک انسان جذباتِ حسد میں جل بھُن رہا ہے یا کینہ وبغض کا شکار ہے یا اپنے دوست یا عزیز کے خلاف مصروفِ سازش ہے اور دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچانے کا سامان کر رہا ہے وہ یقیناً برائی کر رہا ہے اور ان فاسد جذبات سے اس کی نہ صرف روحانی اور ذہنی صحت متاثر ہوکر رہتی ہے بلکہ جسمانی طور پر بھی وہ خستہ حال ہو جاتا ہے کیونکہ (خیالاتِ) ردی و فاسد خیالات اسے شرف آدمیت و انسانیت سے گرا دیتے ہیں انسان کے لیے تو اشرف المخلوقات ہونا مقدّر ہے، مگر جو انسان اپنے پایۂ شرف سے گر جائے وہ صحت مند نہیں ہو سکتا اور تن درست نہیں رہ سکتا۔

تو جب ہم صحت و صفائی کی گفتگو کرتے ہیں تو ہماری مُراد واضح طور پر یہ ہوتی ہے کہ انسان جسمانی اور روحانی طور پر صفائی اور پاکیزگی کا اہتمام و احترام کرے۔ تب ہی اس کی صحت جسمانی و ذہنی برقرار رہ سکتی ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ صفائی کے باب میں عام انسانوں کو نہیں بلکہ براہِ راست جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتا ہے۔ سورہ مدثّر میں ارشاد ہوتا ہے: وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ (المدثر-۴)

(یعنی اے نبی! اپنے کپڑے پاک رکھئے۔)

رسالت مآب کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْوَسَخَ وَالشَّعَثَ

(یعنی: اللہ تعالیٰ کو گندا میلا بدن اور اُلجھے غبار آلود بال ناپسند ہیں)،

خود اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ ○ (التوبہ-۱۰۸)

یعنی: اللہ پاک صاف رہنے والوں کو چاہتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔

کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم کے بارے میں بڑا واضح حکم ہے۔ کہ:

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ (الواقعہ-۷۹)

(یعنی۔ نہیں ہاتھ لگاتے اسے (یعنی قرآن پاک کو) مگر پاک صاف لوگ)

صفائی کے باب میں مصحفِ آسمانی کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے (اور اس میں فہم کے لیے کوئی اشکال موجود نہیں ہے) اس کے ساتھ نبیٔ کریم صلعم کی تمام تعلیمات میں صفائی و طہارت کو نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ پاکیزگیٔ افکار کے بارے میں قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ سورہ مدثّر کی مذکورہ بالا آیت یعنی وثیابک فطھر سے متصل فرمایا گیا ہے:

وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ (المدثر-۵)

یعنی: ناپاکی اور گندگی سے پرہیز کرو۔ اور اس مفہوم میں ظاہری اور جسمانی گندگی کے ساتھ فکر و خیال کی ناپاکی اور فساد بھی شامل ہے۔ اخلاق سب سے بڑی طاقت ہے اسلام کی تعلیمات میں اخلاق کو بنیادی اور انتہائی مقام حاصل ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم-۴)

یعنی: "اور یقیناً آپ کی ذات اعلا اخلاق کا نمونہ ہے۔"

اخلاق کے بارے میں حضور کے تین ارشادات گرامی پر اس وقت غور فرمایئے۔

اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا

یعنی: تم میں بہترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

مَامِنْ شَیْئٍ اَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ۔ "یعنی قیامت کے دن تمام نیکیوں میں سب سے زیادہ وزن حسن اخلاق کا ہوگا۔"

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا

یعنی: "تمام اہلِ ایمان میں اس شخص کا ایمان مکمل ہے جو بلحاظ اخلاق سب سے بہتر ہو۔"

جو لوگ بااخلاق ہوتے ہیں ان کے دل و دماغ پاک صاف ہوتے ہیں۔ اور کدورتوں سے خالی ہوتے ہیں۔ ان میں کینہ اور فاسد جذبات جنم نہیں لے سکتے۔

اس تمام گفتگو کے بعد ہر انسان صرف اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ صحت کی برقراری اور تندرست رہنے کے لیے جسم کی اور ماحول کی صفائی اور پاکی قطعی ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی بقائے صحت اور قیام تندرستی کے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ انسان اپنے قلب کو بھی پاک صاف رکھے اور اپنے فکر و نظر کو پاک رکھے اور اخلاق کی بلندیوں کو حاصل کرنے میں کوشاں رہے طہارت کا اعلا تر مفہوم اسی طرح پُورا ہو سکتا ہے اب آپ بات کو اس طرح بھی سمجھ لیجئے کہ طہارت کے بغیر انسان صحت مند نہیں رہ سکتا اور اپنی تندرستی کو برقرار نہیں رکھ سکتا۔ اور صحت و تندرستی کے بغیر کوئی انسان کامیاب اور مسرور زندگی نہیں گزار سکتا۔ حاصل غور و فکر یہ ہُوا کہ طہارت کا اہتمام اور احترام کیجئے اور ہمیشہ تندرست اور صحت مند رہیئے۔ صحت ایک عظیم ترین عطیۂ الٰہی ہے اور اللہ تعالےٰ ہی چاہتا ہے کہ آپ اپنی صحت کی حفاظت کریں۔

● حضرت امام مالکؒ نے فرمایا اوس بن خارجہؓ سے پوچھا گیا تمہارا سردار کون ہے۔ انہوں نے کہا۔ حاتم طائی۔ پھر پوچھا کہ آپ اس کے مقابلہ میں کس درجہ پر ہیں جواب دیا میں اس کا خادم ہونے کے بھی قابل نہیں۔ حاتم طائی سے سوال ہُوا۔ تمہارا سردار کون ہے؟ جواب دیا اوس بن خارجہؓ۔ پھر سوال کیا تو اس کے مقابلہ میں کیسا ہے؟ اس نے کہا میں اس کے مملوک ہونے

مولانا محمد مالک کاندھلوی

پردہ اور مسلمان خاتون

مسلمان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس حکم کی پابندی و اطاعت کے لیے مقرر ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول نے اس کو مامور فرما دیا ہے اور یہ بات کسی درجہ میں بھی قابل برداشت نہیں کہ وہ ذرہ برابر بھی حکم خداوندی اور اطاعت رسول سے انحراف و خلاف ورزی کرے

چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وما کان لمؤمن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم (احزاب)

اور نہیں ہے یہ بات کسی مومن مرد کے لیے اور نہ کسی مومن عورت کے لئے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی چیز کے متعلق کوئی حکم اور فیصلہ کر دے کہ پھر بھی ان کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے۔ (بلکہ ان پر پابندی عاید ہو جاتی ہے وہ اسی فیصلہ اور حکم کے سامنے سرنگوں ہوں)

تو جس طرح خداوند عالم نے دین اسلام میں بہت سے احکام و فرائض مقرر فرمائے۔ نماز، زکوٰۃ، صوم رمضان اور حج بیت اللہ کا اپنے بندوں کو مامور فرمایا اسی طرح خاص طور پر عورتوں کے لیے قرآن کریم میں پردہ کی فرضیت کا حکم نازل فرمایا اور بے حجابی و بے پردگی ان کے حق میں حرام کر دی گئی۔ ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے ان کے لباس چلنے پھرنے اور گفتگو کے آداب و طریقے مقرر کر دیئے تاکہ کسی طرح بھی بد باطن اور نفس پرستوں کی ناپاک نظروں اور توجہات کا رخ بھی کسی صاحب ناموس خاتون کی طرف نہ ہو سکے، ہم اپنے مختصر مضمون میں چاہتے ہیں قرآن و حدیث سے جو احکام پردے کے متعلق ثابت ہیں ان کو اختصار و اجمال کے ساتھ بیان کر دیں تاکہ مسلمان بخوبی یہ جان لیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کی کس اہمیت کی تاکید فرمائی اور مسلمان عورت پر پردہ فرض کیا گیا۔ سورۂ احزاب میں متعدد آیات اس مضمون کی نازل فرمائی گئیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے

یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما (سورہ احزاب، پ ۲۲)

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے اپنی بیویوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی تمام عورتوں کو وہ اپنے اوپر سے اپنی چادروں کا ایک حصہ نیچے لٹکا لیا کریں۔ یہ بات اس کے قریب تر ہوگی کہ وہ پہچانی جائیں تو اس طرح ان کو اذیت نہ پہنچائی جا سکے گی اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

بدن پر سے چادروں کا حصہ نیچے لٹکانے سے مراد چہروں کو چھپانا ہے کہ چادروں سے پورا بدن مستور ہونے کے ساتھ چہرہ بھی چھپا رہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں بے پردہ باہر نکلا کرتی تھیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ باپردہ باہر نکلا کریں تاکہ وہ کافر عورتوں سے ممتاز رہیں۔

یہ حکم اس لحاظ سے کہ ہر مسلمان خاتون اس کی مامور ہے ضرورت تو نہ تھی۔ کہ ازواج مطہرات اور آپ کی بنات مطہرات (صاحبزادیوں) کا ذکر کیا جاتا۔ لیکن اُن کی عظمت اور برتری کے پیش نظر خطاب اور عنوان میں ان کو بھی خاص طور پر

— حضرت مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں۔ میں عالموں کی شہادت عوام کی نسبت قبول کر سکتا ہوں لیکن ایک عالم کی شہادت دوسرے عالم پر قبول نہیں کرتا عموماً یہ تمام کے تمام حاسد ہوتے ہیں۔

بچوں کا صفحہ

آداب

سالاری پانی پتی - سابق ہیڈ ماسٹر فاروق نگر شاہ ولی اللہ سکول

پیارے بچو! آداب، ایک ایسا عنوان ہے جو آپ کے مختلف گوشہ ہائے زندگی کو نمایاں کر کے آپ کو دعوتِ فکر دے گا اور آپ کو اسلام کے لیے دعوت دے گا ہم اس سلسلہ میں حضور اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طیبہ زندگی کے مختلف گوشے آپ کے سامنے لاکر آپ کو دعوتِ عمل دیں گے۔ آپ کی زندگی سراپا رحمت ہے جو بچہ بھی آپ کی حیات طیبہ کا سہارا لے کر اپنی زندگی کے خطوط بدلے گا۔ یقین جانئے وہ اللہ کی رحمتوں کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

اللہ کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اس کو پڑھ کر کسی شاعر نے اس آیت کی ترجمانی کی ہے :-

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ کو راضی کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کرو۔ وفاداری کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہی کام کرو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے تھے اور ان کاموں سے بچو جن سے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ کھانے پینے کا مسئلہ سب سے پہلا مسئلہ ہے لہٰذا ہم آج اُسے ہی لیتے ہیں۔

آدابِ خورد و نوش

(۱) کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لو۔ اس میں بڑا ثواب ہے (۲) کھانے کے بعد ہاتھ دھو لو یہ سنتِ رسول ہے (۳) دسترخوان بچھاؤ اور اس پر کھانا رکھ کر کھاؤ گر پڑا چن کر کھالو۔ (۴) بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ۔ بسم اللہ پڑھنے سے شیطان کھانے میں شامل نہیں ہوتا اور اللہ کی برکتیں جھوم جھوم کر آتی ہیں (۵) اگر کھانا کھاتے وقت (شروع کرتے وقت) بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہے تو کھانے کے دوران جب بھی یاد آ جائے پڑھ لو۔ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اور اللہ کی برکتیں شاملِ ہو جاتی ہیں۔ (۶) کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ چل پھر کر نہ کھاؤ۔ یہ رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے (۷) کھانا اکڑو بیٹھ کر کھاؤ اگر اکڑو نہ بیٹھ سکو تو دایاں پاؤں کھڑا کر لو۔ اور بایاں پاؤں بچھا لو (۸) پانی پیو تو دائیں ہاتھ میں گلاس لے کر پیو پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لو اور پانی تین سانس میں پیو۔ (۹) اگر روٹی کے ریزے دسترخوان پر جھڑ جائیں تو ان کو چن کر کھالو۔ یہی سنت ہے۔ اس میں شفا، برکت، رحمت اور سعادت ہے۔

(۱۰) کھانا ہرگز گرم گرم نہ کھاؤ ٹھنڈا کر کے کھاؤ۔ اس میں برکت ہے۔

(۱۱) کھانا اپنے سامنے سے کھاؤ۔ بیچ میں سے نہ کھاؤ۔ بیچ میں اللہ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں ویسے ہی اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ (۱۲) اکیلا کھانا کھانے کے بجائے مل کر کھانا بہتر ہے اس سے خوشحالی اور آسودگی آتی ہے۔

(۱۳) کھانا سیر ہو کر نہ کھاؤ اس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے اور بعض دفعہ کھٹی ڈکاریں آنے لگتی ہیں۔ پہلے پیٹ کے تین حصے کرو۔ (۱) ایک میں کھانا ڈالو (۲) دوسرے میں پانی، (۳) تیسرے میں ذکر اللہ،

(۱۴) کھانا کھا کر اپنی انگلیاں چاٹ لو۔ اگر لقمہ گر جائے تو اسے صاف کر کے کھاؤ۔ شیطان کے واسطے ہرگز نہ چھوڑو

(۱۵) کھانا کھانے کے بعد پڑھو —
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ہاتھ دھو لو، کلی کر لو۔ اور اگر کھانے میں گوشت اور سرکہ بھی آ جائے تو اللہ کی بڑی رحمت ہے
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر بھیجنا ضروری ہیں

سیرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم

سید دوعالم سرور کائنات علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر دنیا کی ہر زبان میں لکھا گیا اور ہر لکھنے والے نے عقیدت و محبت کی گہرائی میں ڈوب کر لکھا اور آپ کی ذات گرامی کو خراج عقیدت و تحسین پیش کیا۔ تازہ زیر تبصرہ کتاب کہروڑپکا کے ایک مخلص و متدین عالم دین مولانا عبدالمجید شاکر کے قلم سے ہے کتاب کے ۲۷۴ صفحات ہیں۔ سائز $\frac{22 \times 18}{8}$، کتابت و طباعت اچھی ہے۔ کتاب کے آٹھ باب ہیں جنمیں ضرورت رسالت، منصب رسالت، بشریت رسالت، وحی اور علم غیب، معجزات النبی معمولات نبی اور وفات النبی کے عنوانات کے تحت گفتگو کی گئی ہے اور مصنف نے ہر بات دلیل وحوالہ سے کی ہے۔ ہم اس قابل قدر محنت پر مصنف کو شکریہ کا مستحق گردانتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں۔ کہ پروانگان شمع رسالت اس تحفہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ قیمت ۲۵/- روپے ہے۔

ملنے کا پتہ: چغتائی جنرل سٹور اینڈ بکڈپو وصابر میڈیکل سٹور۔ کہروڑپکا، ضلع ملتان۔

محمد عمر مہاجر (احوال و آثار)

حیدرآباد دکن کے مردم خیز خطہ کے ایک دردِ دل رکھنے والے مسلمان محمد عمر مہاجر مرحوم کے احوال و آثار ان کی صاحبزادی فرلیسہ عقیل صاحبہ نے بڑی محنت اور کاوش سے مرتب کئے ہیں۔ مرحوم کی عظمت کے لیے اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ نواب بہادر یار جنگ جیسے غضب کے مقرر نے کہا تھا کہ "کاش میں مہاجر صاحب جیسی تقریر کر سکتا"۔ سقوط حیدرآباد کے بعد وہ کراچی آئے صوبہ سندھ کے محکمہ آبادکاری سے متعلق رہے پھر جلدی ہی ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوگئے۔ حیدرآباد میں وہ محکمہ مال سے متعلق تھے وہ ڈھاکہ اور راولپنڈی بہ حیثیت ملازم مقیم رہے۔ ریڈیو میں وہ پروگرام آرگنائزر تھے پنڈی کا ان کا دور بڑا شاندار تھا ڈھاکہ کے مخصوص حالات کے باوجود انہوں نے اردو کی خوب خدمت کی۔ ان کے متعلق ایک مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ:

باوفا شوہر، شفیق باپ، مہربان دوست اور فرض شناس افسر تھے ––– اور یہ بڑی ہی خوبی کی بات ہے فرلیسہ عقیل صاحبہ نے کتاب محنت سے مرتب کی ہے۔ پیش لفظ کے علاوہ احوال میں پانچ مختلف مضامین ہیں پھر آثار میں ادبی جائزے، تحقیق و تنقید معاصرین، دیباچے، تبصرے، خطبۂ صدارت' افسانے اور خطوط کے عنوانات سے موصوف کی تحریرات جمع کی گئی ہیں جن میں ادبی چاشنی کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے شخصی تذکرہ ہونے کے باوجود بہت کام کی چیز ہے اور اس میں اہل ذوق کے لیے وافر سرمایہ ہے۔ بیس روپے میں یہ مجموعہ عصری مطبوعات اے ۲۲۲ بلاک ڈی شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳ سے دستیاب ہے۔

بقیہ: آداب

وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ہ

یعنی،، تمام شکر اور توفیق اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا۔ اور مسلمان بنایا۔

کھانے میں عیب نہ نکالو یہ اللہ کو پسند نہیں اور رسول کی سنت کے خلاف ہے۔

بادۂ شیراز در جامِ اردو

سرِ ارادتِ ما و آستانِ حضرتِ دوست
کہ ہرچہ بر سرِ ما میرود ارادتِ اُوست

نظیرِ دوست ندیدم اگرچہ از مہ و مہر
نہادم آئینہ ہا در مقابلِ رُخِ دوست

نثارِ رُوئے تو ہر برگِ گُل کہ در چمن ست
فدائی قدِ تو ہر سروِ بن کہ بر لبِ جُوست

مگر تو شانہ زدی زلفِ عنبر افشاں را
کہ باد غالیہ سا گشت و خاک عنبر بُوست

رُخِ تو در نظر آمد مراد خواہم یافت
چراکہ حالِ نکو در قفای فالِ نکوست

صبا ز حالِ دلِ تنگِ ما چہ شرح دہد
کہ چوں شکنج ورقہای غنچہ تو بر توست

نہ من سبُو کشِ این دیرِ زہد سوزم و بس
بسا سری کہ دریں آستانہ سنگ و سبُوست

زبانِ ناطقہ در وصفِ حسُنِ اُو لال است
چہ جای کلکِ بریدہ زبان بیہدہ گوست

نہ این زماں دلِ حافظؔ در آتشِ طلب ست
کہ داغدارِ ازل ہمچو لالۂ خود رو ست

مرا سَر ہے اور یار کا آستانہ
جو گذری ہے مجُھ پر نہ جانے زمانہ

رُخِ دوست کے سامنے چاند سورج
ہو جیسے حقیقت کے آگے فسانہ

چمن کا ہر اک پھُول تجھ پر فدا ہے
ہر اک سروِ جُو تیرے قد کا بہانہ

معطّر ہوائیں، معنبر فضائیں
مگر کر رہا ہے تُو زلفوں میں شانہ؟

جو دیکھا ترا رُخ، مرادیں بر آئیں
تری دید خوش قِسمتی کا بہانہ

صبا سے مرا حالِ دل کیا بیاں ہو
چھُپا زیرِ گُل ہے مرا آشیانہ

فقط مَیں ہی اک تیرا میکش نہیں ہُوں
ہزاروں ہیں سر اور ترا آستانہ

زبانِ قلم کا نصیبہ کہاں ہے
کہ لکھے ترے حسُن کا وہ فسانہ

مرا داغِ دل ہے ازل ہی سے حافظؔ
نہ اس کا مکاں ہے نہ اس کا زمانہ